

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالنَّعْمَةُ لَهُ
 وَتَعَزُّزُهُ وَتَوْفُّقُهُ وَتَسْبِيحُهُ
 وَتَنْقِيصُهُ وَتَوَكُّلُهُ وَتَوَصُّلُهُ

براهینِ حقیقہ

لاصلاح الوہابیہ

جس میں ابوالحسنات مولانا محمد احمد صاحب خطیب سید وزیرِ اعلیٰ لاہور بارہ سوالات کے جواب میں
 مع

اثباتِ فرضیتِ محمدیہ و اسلام

از ابوالبرکات مولانا احمد سید صاحبِ ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

رسالہ ۱۹

مطبعہ
 لاہور میں جہانگیر میمنڈرست اللہ صاحب مینجی
 لاہور

ہست کلید در گنج حکیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَحْمَدُ لِلّٰهِ رَبِّهِ نَسْتَعِيْنُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَعْظَمِ خَلْقٍ وَّاَكْرَمِ مَعِيْنٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

توحید

عبدالوہاب۔ توحید میں چونکہ الٰہ الہی کی چک شیون ذات کی دمک ہے اس وجہ سے تمام عالم میں ہر ذرہ ہر نقش ہر پیکر پر محیط ہے۔ ہم جہان تک غور و خوض کرتے ہیں اس سے کائنات کا کوئی ذرہ غالی نہیں جہر نظر ڈالئے جلوہ گر ہے جس جا دیکھے رونق افروز۔ حتیٰ کہ ہر گیا ہے کہ از زمین روینہ وَحَدًا لَا تَشْرِيْكَ لَہُ گوید لیکن جب خالص توحید کی طرف التفات کیا جاتا ہے تو عام مسلمانوں کی طرف سے ایسا کبریہ خطاب ملتا ہے کہ اُسکا اثر چہرہ پر ہی ظاہر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ضرب الش ہے کہ جس چہرہ پر چٹکار ہو سبھی لویہ و بابی ہے۔

اس وجہ سے مجبور چپ چاپ خفیہ خفیہ اشاعت توحید کی جاتی ہے ورنہ ظاہر ہو جاتے پر حق سننے کو کان نہیں رہتے۔

مولانا۔ توحید کے معنی کیا ہیں اور پردہ توحید میں آپ کن امور کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں؟

عبدالوہاب۔ سوائے خدا کی کسی طرف سر نہ جھکانا۔ عالم میں کسی کو سوائے واحد قہار مختار نہ جاننا۔ کسی کو مالک و متصرف نہ ماننا۔

مولانا۔ تو کیا آپ کے زعم میں صحابہ کرام سے لیکر آئمہ غظام جملہ امام سرور انام ب خلاف توحید تعلیم دیتے آئے ہیں۔

عبدالوہاب۔ جی نہیں۔ بلکہ میرا مقصد ہی یہ ہے کہ تعلیم قرآن و حدیث کی

پیروی ہو۔ اسکے خلاف جو جو اعمال ہیں وہ سب خلاف توحید ہیں۔

مولانا۔ تو وہ کیا اعمال ہیں جو صحابہ کرام ائمہ عظام تعلیم کلام تفسیر احادیث سید انام علیہ السلام کے خلاف ہیں۔ ظاہر کیجئے۔

عبدالوہاب۔ ہزاروں باتیں ہیں کیا کیا ظاہر کی جائیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ حاضرِ ظہر مسیح بصیر سوائے خدا کوئی نہیں۔ اور جب نہیں تو غائبانہ مذاکرے کے غیر خدا کو پکارنا شرک ہوا یا نہیں جیسے یا رسول اللہ۔ یا عبد القادر۔ یا غوث۔

دوسرے۔ قبروں پر جانا۔ ان سے کلام کرنا۔ ان سے مدد مانگنا۔ مرادیں طلب کرنا کیا یہ توحید کی تعلیم ہے۔

تیسرے خدا کے نام کو شکر یونہی بیٹھے رہنا۔ اور محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو انگوٹھے چومنا اور کیا کیا کہنا۔

چوتھے۔ عالم الغیب والشہادۃ وہی ایک کردگار ہے اس کے علاوہ اس کے برابر علم ماکان و مایکون اس کے رسول کے لئے تسلیم کرنا۔ علاوہ اس کے اور بہت سی باتیں ہیں جو فسق فجور سے تو کی طرح کم نہیں۔ جیسے دواغ سے مشافحہ کھانا سنے رکھنا فاختہ۔ تقلید کی قید حنفی شافعی مالکی حنبلی کو لے کر صحابہ اس کے پیرو تھے۔ نماز سوائے خدا کے کیسی نہیں۔ یہ لوگ کسی نماز کو غوثیہ کہیں اور اس کو پڑھ کر عواقب کی طرف گیارہ بارہ قدم رکھیں۔ یہ کونسا ایمان ہے۔

۹۔ مزارات پر روشنی کرنا جیسے ہندو مندروں میں مہادیو پر روشنی کرتے ہیں

۱۰۔ دسویں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھنا۔ ان کے ذکر ولادت پر ادنیٰ تعظیم کرنا۔ یہ کون سے اسلام کی تعلیم ہے۔ **تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ**۔ ان کا جواب اگر آپ نے بدلائل دید یا تو میں سمجھ لوں گا کہ تمام امور باطل ہیں۔

مولانا۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول دویم نمبر وار کر کے آپ کے ہر سوال کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا جائے۔ لیکن نمبر ۱ کا جواب سنئے جس کا تعلق خدا یا رسول یا شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہ سے ہے۔

یہ امر تو ظاہر ہے کہ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض ہے خواہ وہ کہیں سے ہو اور اسکے لئے حکم ہی ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اُسکے معنی کی نیت ہو۔ جیسے سبحانک اللہم پڑھتے وقت نیت ثنا کرے۔ کلام اللہ پڑھتے وقت جیسا مضمون ہو ویسی نیت رکھے النجیات کو و الطیبات تک بر نیت حمد پڑھے۔ السلام علیک ایہا النبی پڑھتے وقت اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سلام بالقصد عرض کرنے کی نیت رکھے علی ہذا۔ ایہا النبی۔ یا ایہا الرسول پڑھتے ہوئے اپنی سرکار کو نذرنا ملحوظ رکھے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں شرح قدوری سے منقول ہے لَابَدًا اَنْ يَقْصِدَ بِالْفَاظِ التَّشْهَدَ مَعَانِيَهَا الَّتِي وَضَعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهَا كَذِيحِي اللّٰهُ تَعَالٰی وَ يَسْلَمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى نَفْسِهِ وَعَلَى اَوْلِيَائِهِ اللّٰهُ تَعَالٰی ایسا ہی تنویر اور اسکی شرح درمختار نیز مرا فی الفلاح وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ الفاظ النجیات کے معنی کا لحاظ رکھے اور سلام کہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اپنے لئے اور اولیاء الہی کے لئے۔ وَاللّٰهُ اَحْمَدُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لیکن جبکہ تقلید پر ہی آپ معترض ہیں تو احوال فقہاء کیونکر تسلیم ہوں گے۔ لہذا احادیث سے ثبوت لیجئے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اور خدا کے بندوں کے ساتھ غائبانہ نذرنا کو تعلیم فرمایا۔ اس نمبر میں ہی نمبر ۲ کا ہی جواب ہو جائیگا۔ اس حدیث کو نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ حاکم۔ بیہقی۔ امام الائمہ خربہ صاحب حضرت عثمان بن حنیف سے ناقل ہیں۔ ترمذی صریح فرماتے ہیں۔ طبرانی بیہقی صحیح بتاتے ہیں۔ امام عبد الوہید منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح اس تصحیح کو مسلم رکھتے ہیں۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و بارک و کریم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز وہ یوں کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَ اَتُوْجِّهْ اِلَیْکَ بِسَبِّیْکَ مُحَمَّدٌ رَبِّیْ الرَّحْمٰنُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتُوْجِّهْ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِی حَاجَتِیْ هٰذِهِ لِتَقْضِیْ لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَوِّعْهُ فِیْ۔ خلاصہ ترجمہ۔ خدا یا میں تجھے مانگتا اور تیری طرف تو ج کرتا ہوں

تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کہ جو مہربان بنی ہیں۔ یا رسول اللہ میں
آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت
روا ہو۔ الہی انکی شفاعت میرے حق میں قبول فرمائے۔

اس حدیث کو صاحب حصین صلوٰۃ الحاجت میں نقل فرماتے ہیں جو مطبوعہ
سطح یوسفی کے صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔ اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجددانہ حاضرہ فاضل
بریلوی قدس سرہ العزیز اپنے رسالہ انبار المصطفیٰ کے صفحہ ۶۱ میں بحوالہ کتب الادب
للہام بخاری اور امام ابن سنی اور امام ابن بشکوال روایت فرماتے ہیں ان ابن عمر
رضی اللہ عنہ خذ لہ رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح
یا محمد اہ فانتشرۃ یحییٰ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پار مبارک سو گیا کسی نے
کہا انہیں پکارے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے پکارا یا محمد اہ
فوراً پاؤں کھل گیا۔

علامہ امام نووی شراح صحیح مسلم کتاب الاذکار میں حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ عنہ کی بابت فرماتے ہیں کہ انکا پاؤں سویا انہوں نے یا محمد اہ پکارا فوراً
پاؤں کھل گیا۔ اہل مدینہ ہر تکلیف کے موقع پر یا محمد اہ پکارنے کی عادی ہیں۔
بخاری شریف کے صفحہ ۱۶۳ میں یوں منقول ہے خذ لہ رجل ابن عمر رضی
اللہ عنہ فقال لہ رجل اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد۔ ابن عمر رضی
اللہ عنہ کا پاؤں سویا ایک شخص نے کہا اپنے محبوب کو یاد کیجئے آپ نے کہا یا محمد۔
اب راہ امر کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہ کہنا کیسے ثابت اور کہاں
واصل ہے۔ اسکے جواب میں حضرت سرکار غوث ثوبڑی سرکار ہے حضور غائب
ندامہ بندے کے ساتھ تعلیم فرماتے ہیں۔

اول حصین مطبوعہ یوسفی کا صفحہ ۱۶۷ دیکھو۔ وان اراد عوناً فلیقل
یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔ جب
استمداد کا ارادہ کرو تو کہو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد

لے اندر کے بند و میری مدد کرو۔

ایسا ہی مسند امام احمد میں ہے۔ صاحب حرز الثمین شراح حصن حصین
بمسند مرفوع ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جو ما نحن فیہ کی مؤید ہے النبی رضی اللہ
سے راوی ہیں الابدال اربعون رجالا واربعون امرأة کلمنا مات رجل
ابدل الله رجلا مکانه و اذا ماتت امرأة ابدل الله مکانهما امرأة
یعنی چالیس ابدال مرد چالیس عورت مقرر ہیں جو مخلوق خدا کی استمداد پر مدد
کرتے ہیں۔ جب انہیں سے مرد انتقال کرتا ہے اسکی جگہ مرد آجاتا ہے اور جب عورت
انتقال کرتی ہے تو اسکے مقام پر عورت آجاتی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ مرتبہ غوثیت ابدال سے ارفع ہے اور جب زیر دست سے
استمداد جائز ہوئی تو زیر دست سے بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہیے۔ تو اب
”امداد کن امداد کن۔ از قید غم آزاد کن۔ دروین و دنیا شاو کن۔ یا شیخ عبدالقادر“
کہنے میں کیا اشکال رہا۔ واللہ الحمد و صلی اللہ علیک یا رسول اللہ و السلام
علیک یا غیث الکونین غوث الثقلین۔

علامہ خیر الدین رملی اپنے فتاویٰ خیر میں فرماتے ہیں۔ قولہ یا شیخ
عبدالقادر رضاء فضا الموجب لحرمتہ۔ ساکون کیا شیخ عبدالقادر کہنا یہ ایک نذر
ہے پھر اسکی حرمت کا کیا سبب ہے۔

فتاویٰ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری میں ہے۔ سئل عما یقع من
العامۃ من قولہ عند الشدائد یا شیخ فلان و یخوذک من
الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین والصالحین وهل المنشأ فی اغاثۃ
بعد موتہم ارام لا۔ فاجاب بما نصہ ان الاستغاثة بالانبیاء والمرسلین
والاولیاء والعلماء الصالحین جائزۃ وللانبیاء والمرسلین والاولیاء والصالحین
اغاثۃ بعد موتہم۔ یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ سختیوں میں انبیاء و مرسلین
اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلان وغیرہ مثل اسکی کہتے ہیں یہ جائز ہے

یا نہیں اور اولیا بعد انتقال مد بھی فرماتے ہیں یا نہیں۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بیشک انبیاء و مسلمین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے۔ اور وہ بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں۔ سچ ہے۔

مراد زندہ پندار چوں خویش متن من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن علامہ نامی مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب نفحات الانس شریف میں علامہ مولوی معنوی قدس سرہ العلی کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولانا نے قریب انتقال فرمایا۔ روح اللہ روحہ۔

”از رفتن من غمناک مشوید کہ یوسف و حماد بعد از صد و پنجاہ سال بر روح شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ تجلی کردہ مرشد او شد۔“ اور فرمایا۔ ”در ہر حال تنیکہ باشید مریا و کنیت تا من شمار آمد باشم در ہر لباسیکہ باشم۔“ آگے ارشاد ہوا۔ ”در عالم مارا دو تعلق است یکے بعدین و یکے بہ شاد چوں بغایت حق سبحانہ و تعالیٰ خود مجرد شوم و عالم تغیر و تجرید روئے نماید آں تعلق نیز ازان ہشما خواہد بود۔“

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ دہلوی اعلیٰ النعم فی مدح سید العرب والعجم کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فصل یازدہم در ابہتال بجناب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رحمت فرشتہ بر او خداے تعالیٰ اے بہترین خلق خدا و اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود اے بہترین عطا کنندہ اے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد براے از الہ صیبتہ و اے بہترین کسیکہ سخاوت او زیادہ است از باران بار بار گواہی میدہم کہ تو پناہ دہنی از هجوم کردن صیبتہ و تنگیکہ بخلا نہ در دل بدترین چنگال ہا۔“

اور قبر دل پر جانا اس سے کوئی منکر نہیں۔ فقیتکم عن زیارۃ القبر الا ضرر وہا۔ یعنی پہلے زیارت قبر سے تمکو منع کیا تھا لیکن ضرر یا زیارت کیا کجاء اللہ تعالیٰ ہر ایک میں ہی جواب نمبر ۲ کا بھی ہو گیا۔ واللہ الحمد۔ اب جواب نمبر ۳ یعنی تقبیل اہل مین ملاحظہ ہو۔

وقت اذان نام پاک پر انگوٹھے چومنا

مجموعۃ الخطب للقاضی سید عبدالقدوس میں ہے۔ یقول بعضہم
ان هذا الفعل سنة وعند البعض هو مستحب۔ بعض فرماتے ہیں کہ
یہ فعل سنت ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔

قطع نظر اسکے یہ امر مسلمہ اصول ہے کہ شرائع سابقہ میں جو فعل انبیاء کرام
ہوا اگر اسکی صریح ممانعت شریعت محمدیہ میں نہ ہو تو وہ فعل جائز مانا جاتا ہے تقبیل
ابہائین سنتِ آدم علیہ السلام ہے اسکی نہی کہیں نہیں تو جواز میں کلام کیوں؟
روح البیان میں ہے ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد
صلی اللہ علیہ وسلم حین کان فی الجنة فاوحی اللہ تعالی الیہ ہو من صلیک
ویظهر فی اخر الزمان فسأل لقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین کان
فی الجنة فینجعل اللہ النور المحمدی فی اصبعہ المسمیة من ید الیمنی
فسبح ذالک النور فذلک السمیت تلک الاصبع المسمیة۔ کما فی روضة
القائق۔ اواظهر اللہ تعالی جمال حبیبہ فی صفاء ظفری ابھامیہ مثل
المیتر فقبیل آدم ظفری ابھامیہ ومسح علی عینیہ فصارا صلا للذیۃ
فلما اخبر جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بهذه الصفة قال علیہ السلام
من سمع اسمی فی الاذان فقبیل ابھامیہ ومسح علی عینیہ لم یرجم ابدا
خلقت جمیع آدم علیہ السلام کو جب شوق دیدار حبیب ہوا تو وہ نور پاک کلمہ کی انگلیوں
میں منتقل ہوا۔ جہاں اس نے تسبیح کی بدیں وجہ اس انگلی کا نام مستحکم رکھا گیا۔ اور
یا انگلیٹھوں کے ناخنوں میں آیا مثل آئینہ کے آپ نے اسکی زیارت کی اور چوما۔
آنکھوں سے لگایا۔ جب جبریل علیہ السلام نے اس قصہ کو حضور سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا
جو اذان میں میرا نام سنکر انگوٹھے چومے اور آنکھوں کو لگائے کبھی اندھا نہ ہوگا۔
علاوہ بریں تعظیم حبیب ہر طرح محمود و مسعود ہے بشرطیکہ شرک کی صورت
اختیار نہ کر لے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَتَعَزَّزُوا وَتَوَقَّزُوا۔ جسکی

تفسیر میں ہے ای تعظوم صلی اللہ علیہ وسلم وقال سیبویہ ای تبالغوا
فی تعظیلمہ۔ یعنی مبالغہ کرو تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ تو تقبیل بغرض تعظیم
فعل محمود ہوگا نہ کہ مذموم۔

علامہ مسعود بن محمود بن یوسف سمرقندی اپنی کتاب صلوۃ مسعودی میں
اس حدیث کو بطریق متعدد نقل فرماتے ہیں۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انہ قال من سمع اسی فی الاذان ووضع اجمامیہ علی عینیہ فانما طالبہ
فی صفوف القیامہ وقائدہ الی الجنة۔

ترجمہ جو اذان میں ہمارے نام پاک پر انگوٹھے چومے اور آنکھوں کو لگائے
قیامت کے روز ہم اسکو ہلا کر جنت کی طرف چلائیگی۔

صاحب کنز العباد فرماتے ہیں یتجب ان یقال عند سماع الاولی
من الشہادۃ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منها قرۃ
عینی بک یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسم والبصر بعد وضع ظفر
الاجہامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائد الہ الی الجنة۔

ترجمہ۔ یتجب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جب مؤذن کہے تو سامع صلی اللہ علیہ وسلم یا
رسول اللہ پڑھے۔ اور دوسری بار میں قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہہ کر آنکھوں پر
دو نوں انگوٹھے رکھ کر اللہم متعنی بالسم والبصر کہے تو حضور قیامت کے
روز اُسے جنت کی طرف چلائیگی۔

اور لیجئے خود آپ کے پیشوا قاضی شوکانی بھی فوائد مجیدہ میں بروایت
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں من قال حین

یسلم اشہد ان محمداً رسول اللہ مرحباً بجمیبی وقرۃ عینی محمد بن
عبد اللہ ثم تقبیل اجمامیہ یجعلہما علی عینیہ لہما یستقر ولہما یرمدا
ترجمہ جب مؤذن نام پاک کی اذان میں شہادت دے تو جو کہے مرحباً

بجمیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ پھر دو نوں انگوٹھے چومے نہ بیمار ہو کر کبھی بیمار نہ ہوگا۔

انتہی مختصراً۔ علاوہ ازیں بہت سے دلائل ہیں لیکن بخوف طوالت
انہی پر اکتفا کیا گیا۔

جواب نمبر ۴۔ یعنی ثبوت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت غوثہ عظمیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسليم
کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب عرش تا فرش سب دکھایا
ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا
وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِ وَسِرَّاجًا مُّشْرِقًا کا خلعت پہنایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ
تَكُن تَعْلَمُ فرما کر سر پہ جانی ہوئی شے کو دکھایا سکھایا۔

یہ امر اظہر من الشمس وابین من الالمس ہے کہ شاہد بلا مشاہدہ کیسے ہوتے۔
بشر بلا حصول بشارۃ کیونکر بنتے۔ نذیر بغیر ہولناکی کیسے کہے جاتے۔ داعی
الی اللہ بغیر مراتب توحید جانے مناقب وعدۃ پہچانے کس طرح مشہور ہوتے۔
یہی وجہ ہے کہ روز اول سے روز آخر تک ماکان سے مایکون تک سب انکی نظریں
آیا۔ اشیا مذکورہ سے کوئی ذرہ ایسا نہ رہا جو علم حضور میں نہ آیا ہو۔ ثبوت میں سب
اول قرآن پھر فرمان حبیب الرحمن شاہد عدل ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ
لِّلْمُسْلِمِينَ ترجمہ اتاری یہی ہے ہمارے حبیب وہ کتاب جو ہر
چیز کا روشن بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت رحمت و بشارۃ ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر علم قرآن کس کو ہو سکتا تھا
اور اس میں تمام اشیا کا علم اور روشن بیان۔ اور اشیا کا اطلاق تمام عالم پر
اور عالم ماسوی اللہ کا نام تو علم قرآن تمام علوم عالم پر حاوی ہونا مسلم۔
واللہ البادی۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

تَفْصِيلًا مَحَلَّ شَكْحٍ - ترجمہ - قرآن وہ بات نہیں جو بتائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان۔

مَا كُتِبَ فِي الْكِتَابِ مِنَ الشَّيْءِ - ترجمہ - جسے قرآن میں کوئی شے اوشمار رکھی۔
وَلَا حَبْلَ فِي ظُلُمَاتِ الْأَدْهَانِ وَلَا رُطْبَ وَلَا يَأْسُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ - ترجمہ
نہیں زمین پر اندھیروں میں کوئی دانہ اور نہ کوئی تر اور خشک مگر یہ سب روشن کتاب میں ہے۔

شیخ الشیوخ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں اس حدیث کا جواب دیتے ہیں جو روایت خزاہم اللہ تعالیٰ کہا کرتے ہیں۔ فتح عبدالحق دہلوی نے لکھا کہ حضور نے فرمایا میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے فرماتے ہیں ”ایسا مشکل ہے آرنکہ در بعض رعایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمیدانم آنچه در پس این دیوار است۔ جوابش آنست کہ ای سخن اصل ندارد و روایت یہ اں صحیح نشدہ است۔“

اس روایت کو لا تقربوا الصلوة کی طرح مطلب کی لیکر شیخ الوابیہ کنگو ہی بڑا من قاطع میں لکھتا ہے اور اپنا دعویٰ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اور حقیقتاً مدارج شریف میں عبارت پوری یوں تھی جو ظاہر کی گئی۔ اب کچھ ثبوت احادیث سے بھی سن لیجئے۔
احادیث سے علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر جب سے قیامت تک جو کچھ ہوتا تھا سب بیان فرما دیا۔ کوئی چیز نہ چھوڑی جسے یاد نہ آیا اور نہ۔ جو بھول گیا بھول گیا۔ قام فیئنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظاہر ما تترك شیئاً یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الاحداث بہ حفظہ من حفظ و نسیہ من نسیہ۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ ذکر تمام مشہور علماء علم کی کج نگر ممکن ہے؟ اور سنیے۔
حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ

ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور روزخیوں کے روزخ میں جانے تک کے حال ہمیں بیان فرمائے۔ یاد رہا جسکو یاد رہا اور بھول گیا چوبھول گیا۔

قام فیما النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بد الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظوا ذلك من حفظه ونسیه من نسیه۔

ترمذی تشریف میں باسانید حدیدہ و طرق متنوعہ دس صحابہ کرام سے یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے موجود ہے کہ حضور نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ اس نے اپنا درست قدرت میری پشت پر دکھا کہ میرے سینہ میں اسکی بردت غموس ہوتی۔ اسیوقت ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ سمجھ لیا۔

فراہمہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت برداً فاملہ بین قدیمی فتحکے لی کل شئ و عرفت۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حدیث صحیح فرمایا۔ اور کہا سألت احمد بن اسحاق عیال من هذا الحديث فقال صحیح حدیث امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کو پوچھا۔ فرمایا صحیح ہے۔

دوسری حدیث میں ہے فعلمت ما فی السموات والارضی۔ پھر جو کچھ اسما قول اور ذہنیوں میں ہے سب میں نے جان لیا۔ یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

علامہ محقق شیخ مدقق امام العلما شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے مائت فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہرچہ در آسمانها و ہرچہ در زمینها بود عبارت از حصول علوم جزئی و کلی و احاطہ ان۔

مسند امام احمد عنبیل میں اور صحیح طبرانی میں بسند صحیح حضرت ابو ذر غفاری

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَحِلُّ لَكَ
طَائِفًا جَانِبَهُ فِي السَّمَاءِ الْأَذَى كَرَلْنَا عَلَيْهِمْ تَرْجَمَهُ بَنِي صُلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مار نہیوالا ایسا نہیں جس کا علم
حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا ہو۔

اب فرمائیے بلا حصول علم غیب کئی یہ ارشادات کیونکر ممکن ہیں۔ حق فرمایا
حَقٌّ نَعْنَعُ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِقَيِّنٍ يَنِينٍ ہمارے حبيب غیب بات بتاتے
ہیں بخیل نہیں ہیں۔ صلی اللہ علیہ والہی ہو عالم الغیب الکلی۔

شیخ الشیوخ للعلمیہ دہلوی رحمہ اللہ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں:-
”ذکر کن اوراد و دعا و بفرست بر دے سے صلی اللہ علیہ وسلم و باقی در حال ذکر گویا
حاضر است پیش تو در حالت حیات و مے بینی تو اور امتا و تب با علیل و تعظیم
و ہیبت و حیا۔ و بد آنکہ مے سے صلی اللہ علیہ وسلم مے بیند و مے شہود کل امت ترا
زیرا کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بصفات اللہ و یکے از صفات الہی
آنست کہ انا جلس من ذکر فی آگے فلک تو ایرانی نگاہوں کی حضور تصویر
کھینچی رہی۔ فرماتے ہیں۔

ہر چہ در دنیا است از زمان آوم تا الفتحہ اولیٰ بر وے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف
ساختند تا ہم احوال اور از اول تا آخر معلوم گردید یا این خود را نیز از بعض
از احوال خبر دارد۔

آگے فرماتے ہیں۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ و وے صلی اللہ علیہ وسلم دانست ہمہ چیز از شیوہ
و احکام الہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و کجای علوم ظاہر و باطن و
اول و آخر و احاطہ نوردہ و مصداق حق کُلِّ ذی عِلْمٍ عَلِيمٌ شدہ۔

امام اجل علامہ ابو صیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سے

فان من جودك الدنيا وضرتها
ترجمہ - یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت دونوں حضور کے خزان جود و
کرم سے ایک ٹکڑا ہیں + اور لوح و قلم کے تمام علم جنہیں ماکان و ماکیون مندرجہ
حضور کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

والله اعلم - وصلى الله تعالى عليك وعلى لك وصحبك وسلم وبارك ولكن

۵ دو ہاتھوں سے مصافحہ کر نیک ثبوت

اسکے جواب میں بخوف طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے
مصافحہ کی احادیث آئیں۔ اور دو ہاتھ سے کرنے کی ممانعت نہیں۔ اور عدم
مانعت تصافح بالیدین دلیل عدم جواز ہونہیں سکتی۔ اور اقوال فقہاء محدثین
مصافح بالیدین کے کثیر۔ بوجہ خیال طوالت چند اقوال ہی نقل کئے جاتے ہیں۔
شیخ الحداد علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ (مرقاۃ)
میں فرماتے ہیں۔

”مصافحہ سنت است نزد ملاقات و پایہ کہ پہر و دست بود۔“

جامع الرموز میں ہے

السنة فيها ان تكون بکلتا یدیه۔ کذا فی المئیدۃ۔ یعنی سنت اس مصافحہ
میں یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔ ایسا ہی غیب میں ہے۔

فتاویٰ مہندیہ میں ہے

يجوز المصافحة والسنة فيها ان يضع یدیه۔ مصافحہ جائز ہے اور
سنت دونوں ہاتھوں سے ہے۔

شرح تنزیہ الانبیاء میں ہے۔ فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلی
یدیه۔ یعنی مصافحہ میں دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔
قنیہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ اگر مفصل بحث دیکھنا منظور ہو تو

صفاح الحجین عنہما فضل ربیلوی قدس سرہ القوی ملاحظہ ہو۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا

اول تو یہ ایک ایسا کام ہے کہ جسکے ناجائز ہونے کی سوائے پاس سخن اور کوئی وجہ وجیہ معلوم نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ کھانا سامنے رکھ کر بسم اللہ پڑھ کر کھانا نوش فرمانا سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام معروف و مشہور ہے پھر اگر اسکو سامنے رکھ کر علامہ بسم اللہ آیات قرآنیہ میں سے اور کچھ بھی پڑھ لیا تو کیا برا کیا۔ قرآن کھانے پر پڑھنا اگر ناجائز ہوتا تو بسم اللہ ہی پڑھنا ناجائز رہتا اسلئے کہ وہ خود آیت قرآنی ہے۔ کما قال تبارک و تعالیٰ مِنْ سُلَکُنَ وَ اِنَّہٗ بِنِعْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَنْ لَا تَقْلُوْا عَلٰی وَاَنْتُمْ قٰتِلُوْا فِیْہِمْ۔

قدس سلیمان علیہ السلام میں موجود ہے۔ پھر یہ نیت ایصال ثواب اگر کچھ سورتیں پڑھ کر فاتحہ پڑھ کر تو قدم جواز کی کیا دلیل اور بلا دلیل فتویٰ بدعت کا دیدینا بہت دہر می اور پاس سخن نہیں تو کیا ہے۔

علامہ بریں احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا سامنے رکھا اُسپر پڑا و عطر مائی۔ وہاں وہ پڑھنا بغرض از دیا و برکت تھا یہاں پڑھنا بہ نیت حصول برکت و ایصال ثواب الی الموتے ہے پھر ناجائز یا بدعت ہو گیا کیا وجہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضور کو اشتہا رکھی تو حضرت ام سلیم سے عرض کیا انہوں نے چند روٹیاں جو کی دسترخوان میں لپیٹیں اور مجھکو حضور کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے حاضر ہو کر دیکھا تو مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا حضور نے خود ہی فرمایا کہ کیا تجھکو ام سلیم نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کی کہ ہاں حضور معہ حاضرین اُنکے یہاں تشریف لائے۔ میں نے ام سلیم سے عرض کی کہ حضور کے ہمراہ مجمع ہے اور یہاں کھانا تھوڑا اور بہت تھوڑا آپ نے فرمایا

اللہ در رسولہ السلام اور اللہ کے رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ حضور اہم سلیم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جو تمہارا پیش کیا۔ حضور نے اس کے مالیدہ کا حکم دیا اور مقرر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ ما شاء اللہ ان یقولہ۔ پھر پڑھا سپر حضور نے جو کچھ چاہا۔ پھر فرمایا دس دس آوی لائے جاؤ الی آخر حدیث یہاں تک کہ شتر آدمی شکم میں بھوسے۔ نقد دعا فیہ البرکۃ فعاد حکماکان۔ پھر دعائے برکت فرمائی جس سے وہ کھانا اس قدر ہو گیا جتنا کہ تھا۔ وحضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو عطا فرما کر کہا کہ یہ تمہارے لئے ہے کذا فی المسلمین متفق علیہ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مجتہبی ۱۔ باب فی المعجزات ص ۵۳۷ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں جب کھانے کو سامان نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعائے برکت کو عرض کیا حضور نے مابقی سامان خوراک طلب فرمایا تو کوئی ایک مٹھی خرما لایا۔ کوئی آدمی کھجور لایا۔ غرض اس طرح تھوڑا سا کھانا جمع ہو گیا۔ حضور نے اس کو دسترخوان پر رکھا اس کے اوپر کچھ پڑھا اور دعائے برکت فرمائی پھر سب کو کھلا کر تمام لشکر کے برتنوں میں بھر دیا۔ مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعجزات۔ مطبوعہ مجتہبی ۱ ص ۵۳۹۔

بنابرین جب سامنے رکھ کر پڑھتا اور دعا مانگتا سنت سید نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ثابت ہے تو فاتحہ علی الطعام مردہ خاص و عام میں کیا اور کھلا ہوا ہے جسکی وجہ سے فتویٰ عدم حرام ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ الکریم العظیم۔ واللہ النعم۔ واللہ العادی الی سواہ السبیل۔

۶ ثبوت تقلید شخصی

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس بخیر دنیا کام ہر صغیر و کبیر ربنا و پیغمبر دنیا میں رہ کر اپنی زندگی بسر کرنا چاہتی دارد ایک ساعت کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ دنیا کے جس معاملہ پر نظر ڈالئے بغیر تقلید شخصی وہ پورا ہونا محال در محال نظر آتا ہے۔ لکنہا لکھانا

پڑھنا پڑھنا سمجھنا نا عمل کرنا کرنا سب بغیر تقلید شخصی کی طرح ممکن نہیں۔
چہ جائیکہ قرآن و حدیث۔ یہ تو ایک زبردست دریا تاہم پیداکار ہے۔

اسکی ایک آیت اور آیت کا ایک جملہ اور جملہ کی ایک حرکت کو دیکھیں کیون
مدعی ہے جو بلا تقلید شخصی عمل کرنا ظاہر کرے۔ مسئلے کہ جب ہم اس حرف کو عالم
عقول سے پائیں گے اور کلیات خمس کے لباس میں ملبوس و کیپٹنگے تو ارباب عقل
کی تقلید بغیر چارہ نہ ہوگا اور جب اسکو مدرکات اور حواس میں دیکھیں گے تو
جزئیات کا لباس پا کر اہل اصطلاح کے تقلید کرنی پڑے گی اور جب تلفظ میں
اسکو لائینگے تو مخارج معلوم کر نیکے لئے اہل تجوید کی تقلید لازمی ہوگی اور جب خارج
میں لاکر سریر کتابت پر بٹھانا چاہیں گے تو ارباب نسخ کی تقلید لازم آئے گی۔ فوٹو
اہل لغت کی اہل شرع وغیرہ وغیرہ کی ہر طرح تقلید کرنا لازمی ہوگی۔ اسی طرح قرآن
حدیث کے کچے سمجھانے کے لئے بہت سے علوم کی حاجت ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ نووی تقریب میں فرماتے ہیں کہ علم حدیث کے لئے پینیسے
علوم و فنون ایجاد ہوئے۔ اور جو جس علم و فن کا موجد ہے وہ اس علم و فن میں
امام کہلاتا ہے اور اسکی تقلید ہر شخص پر لازم ہوتی ہے۔

بنابریں مسلم ہے کہ بڑے بڑے اکابر علماء و فضلاء متعین مفسر محدث فقہ
مجتہد وغیرہ باوجود اپنے فضل و کمال کے امام فن کے اس فن میں مقلد گذرے
جو امام فن اس فن میں تحقیق کر کے لکھ گیا اس میں کسیکو مجال و مہرزدن نہ ہوتی
جیسے لغت میں اہل لغت کی تقلید سب کرتے ہیں۔ و ابی ہوان یا معتزلی سنی
ہوں یا شیعہ مرقانی ہیں یا حیکم الوسی وغیرہ وغیرہ۔ علم عربی میں وہی حال ہے
علم نحو میں یہی رنگ ہے۔ علم معانی میں وہی ڈھنگ ہے۔

راہی صحت ان کرام کا طرز عمل۔ انکو کسیکی تقلید کی حاجت نہ تھی۔ مسئلے کہ انکی
مرجع ایک ایسی سنی کیطرت تھا کہ حیرت و آفرین کے تمام حقائق و وقایع روز و رات
سے زیادہ اظہر تھے۔ مسئلے انکو علیہ وسلم۔ دوسرے قرآن و حدیث انکی زبان میں تھا

انکے لئے یہی اصول کافی رہا تھا کہ وہ ہر معاملہ حضور سے طے کر لیں۔
 مَا أَشْكُمُ الرَّسُولَ فَنُحَذِّرُكَ وَمَا فَهَنَكُمُ عَنْهُ فَأَنْتَهُوْا ۚ وَجْهًا
 حَبِيبٌ مَكْرُوْدِيْنَ لِّهٖ لَوَاوُدُوسُ سَے منع فرمائیں باڈر ہو

بخلاف ہم لوگوں کے کہ نہ ہم اہل زبان کہ انکے محاورہ اور اصطلاح سے پورا
 مطلب اقد کر سکیں۔ نہ ہم کو ظاہری صورت میں اس سستی مقدس کی صحبت پر
 کہ جس امر میں کچھ شک ہو اسکو تحقیق کر لیں۔ ہمارے علم کا دار و مدار صرف نقوش
 قرطاس پر قرار پایا ہے جو خود از سر تریا تقلید کا جامہ پہنے ہوئے ہے اور
 یہ دقت اور سہ کے ان نقوش اور اصل مقصود میں بدرجہا بعد واقع ہو چکا،
 اور یہ نقوش دلالت کرتے ہیں الفاظ پر اور الفاظ معانی پر اور معانی مقصود پر اور
 پھر تمام دلائل جو موصول الی المطلوب ہیں انکے لئے سیکڑوں شعبے اور مشعبے کے
 لئے نسبت سے احتمالات مثل خاص عام مآول مشترک حقیقت مجاز مرید کنایہ
 عبارة اشارہ دلالت اقتضار وغیرہ وغیرہ کے پیدا ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے محقق اور مہرہ ان جو تفسیر و حدیث فقط تمام
 علوم عقلیہ و تقلید میں عبارت تمام رکھتے تھے وہ اپنے وقت میں کیا سے زیادہ
 ہوئے وہ سب کے سب الف بے سے لیکر انتہاء سلم تک جو جس علم و فن کا موجد
 و مدون گدا اسکو اس میں اپنا نام و منقذ لہی سمجھتے رہے۔

چنانچہ دیکھ لیجئے الف بے کے موجد نے جو حروف و وضع کئے انکی صورتیں
 شکلیں مقرر کیں، انکی ترکیب کے لئے جو مرکبات و سکانات قائم کئے انکے وصل
 فصل کے طریقے بتائے تمام جہان انکی تقلید کا قلابہ پہنے ہوئے ہے
 حالانکہ اسکا ثبوت نہ قرآن سے نہ حدیث سے بلکہ صرف ایک شخص کی طبع و باقوت کا
 اتباع پیکر تقلید میں نظر کر رہا ہے۔ یہی حالت رسم الخط کی ہے کہ قرآن و حدیث
 اسکی پیروی و تقلید سے لکھا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ الیاس میں ایک جگہ اس
 صورت میں بتایا گیا۔ دوسری جگہ ال یا مین اس صورت میں دکھایا گیا کہ کوئی

نہیں کہتا کہ الف لام کو جب یا سے ملا کر لکھا جاتا ہے تو والصافا میں الف لام علیحدہ کیوں لکھا جاتا ہے۔ سب وہ نحو ہیں۔ خواہ مقلدوں خواہ غیر مقلد۔ سورۃ زمر میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کُفِرُوا عَنِ الْبَیْتِ کُفْرًا عَمَّا یُحْکَمُ بِالْأَحْکَامِ۔ حالانکہ اسی سورۃ کے چھٹے رکوع میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کُفِرُوا عَنِ الْبَیْتِ کُفْرًا عَمَّا یُحْکَمُ بِالْأَحْکَامِ۔ (سیطہ وقوف قرآنی۔ علم صرف۔ علم نحو۔ علم تجوید۔ اصول حدیث وغیرہ وغیرہ میں دیکھ لیجئے کہ عالم اسکا پیرو ہے حالانکہ اسکا حکم نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔

مگر اصطلاح حدیث میں عامل بالحدیث ہونے کے جو مدعی ہیں وہ یہی مانتے ہیں کہ یہ حدیث قوی ہے یہ ضعیف۔ یہ مقبول ہے یہ مردود۔ یحسب ہے یہ صحیح۔ یہ واجب العمل ہے یہ معلق۔ یہ مرفوع ہے یہ موقوف۔ اگر سچا عمل بالحدیث ہے تو ان اصطلاحوں کے نام قرآن و حدیث میں کہاں آئے مگر انہیں آئے تو جنہوں نے یہ اصطلاحیں مفرکیں انکے مقلد قرار پائے۔

تو اب حقیقت حال یہ ظاہر ہوئی کہ عامل بالحدیث ہونیکے جو مدعی ہیں انکا عمل ہی دراصل حدیث پر نہیں بلکہ اس فن کے امام کے پیرو اور مقلد ہیں جسکے حکم کی تعمیل میں وہ اقسام حدیث بتا رہے ہیں۔ جسکو اس نے قوی کہہ دیا یہ ہی قوی بتا رہے ہیں۔ جسکو ضعیف بتا دیا یہ ضعیف کہہ رہے ہیں۔ جسے اس نے مردود کہا انکو بھی مردود کہنا پڑا۔ علیٰ ہذا مقبول کو مقبول مانتا پڑا۔ تو یہ تقلید نہیں تو کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ جتنے علوم و فنون موقوف علیہ ہیں ان میں انکے اصول کی تقلید شخصی واجب ہے اور سب کو انکی تقلید کرنی پڑ جاتی ہے۔ انہی اصول حدیث کا حکم تنازروست تسلیم ہے کہ اسکے حکم سے مردود حدیث چھوٹی پڑتی ہے جسکو وہ مردود یا ضعیف بتا دیتے ہیں۔ اور پھر یہ دعوے کہ ہم عامل بالحدیث ہیں۔

افسوس کی بات ہے کہ متذکرہ بالا علوم میں تو تقلید شخصی کرنا لازمی سمجھا جائے۔ اور انکے مجتہدین نے قرآن و حدیث اجماع امت قیاس شرعی سے جو مسائل جزئیہ شرعیہ اخذ اور استنباط فرما کر اسکا نام فقہ رکھ دیا انہیں جوامع

کی تقلید شخصی کو جائے انکی تحقیق کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کیا جائے اس کو ناجائز کہا جائے۔

شرم کی بات ہے کہ حرف نبوی کی جزئیات میں جسکا ثبوت قرآن سے ہے نہ حدیث سے انکے امام کی تقلید جائز اور مسائل فقہیہ میں جو قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں ان میں انکے امام کی تقلید ناجائز۔
ہر عقل و دانش پر باید گریست

اب سنئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلى الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ فرما دیجئے اے ہمارے حبیب اللہ! اطاعت کرو اور رسول کی فرمانبرداری اور اہل الام کی تاجداری۔

اس آیت کریمہ میں۔ اَطِيعُوا۔ صیغہ امر کا واقع ہے جو با اعتبار اصل و دفع کے اپنے مانعہ یعنی اطاعت کا فرض ہو نا ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ یہ صیغہ مجازاً اور چند نحو میں مستقل ہے لیکن جب مکے نزدیک اطاعت الہی فرض ہے تو اس جگہ یہ صیغہ خاص و وجہ کے لئے ہوا۔ اور چونکہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت پر عطف ہے اور مطوف و معطوف علیہ کا ایک حکم ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ اطاعت حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل اطاعت الہی کے ہی فرض ہے اور اہل الامر کا عطف رسول پر ہے تو جیسے رسول کی اطاعت فرض ایسے ہی اہل الامر کی اطاعت فرض ہوئی۔

اور جب امر اطاعت بصیغہ جمع ایک جماعت کی طاعت منسوب تو ہر خاص و عام۔ عالم جاہل جتنے ہیں سب پر خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل الامر کی اطاعت فرض ہوئی۔ اور اطاعت کو مکرر لانا۔ یعنی پہلی اطاعت خدا کی طرف دوسری حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کر کے جملہ کو جملہ پر عطف کرنا اس سے یہ نکتہ مفہوم ہوتا ہے کہ بطرح خدا کی اطاعت مستقل ہے اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مستقل ہے۔ اور ہر جگہ کے احکام جدا جدا

یعنی جو لوگ محض قرآن پر عمل کرنا چاہیں وہ کبھی ہمارے مطیع نہیں رہ سکتے کہ منزل میں ہمد
کی اطاعت علیحدہ اور فرمان رسول اللہ کی اطاعت علیحدہ فرض ہے۔

اور اس آیت کریمہ میں رسول کو تبوہ اور اولی الامر کو تابع کر کے ایک دوسرے
پر عطف کرنا اور بغیر تکرار اطاعت رسول کے فعل کو اولی الامر کی طرف منسوب کرنا
اس سے یہ نکتہ مفہوم ہوتا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ تہتیت
رسول اکملی اطاعت واجب ہوگی۔ یعنی جو قول و فعل اولی الامر کا حضور پرورد عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے قول اور فعل سے ماخوذ و منقول ہوگا اس میں تو اولی الامر کی اطاعت
واجب ہوگی۔ اور جو قول و فعل اسکے خلاف ہوگا اس میں نہ تو وہ کسیکے متبع ہو سکتے
ہیں نہ کوئی انکام تاج۔

اس آیت کریمہ میں جو لفظ اولی الامر کا ہے بعض مفسرین اس سے علماء دین
مراد لیتے ہیں۔ اور بعض بادشاہ وقت۔ اگر بادشاہ مراد ہیں تو مشکوک کا لفظ اسی
وجہ سے ہے کہ صاف ظاہر ہو جائے کہ یہاں مطلق بادشاہ مراد نہیں بلکہ امور دینیہ
میں جو بادشاہ مسلمان ہوا اسکی اطاعت واجب ہے۔ اور جو بادشاہ مسلمان ہوگا
اسکے جتنے احکام ہوں گے وہ قانون شریعت کے موافق ہوں گے اور جو قانون شرع
کے موافق احکام کی تعمیل ہوگی وہ حقیقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہوگی
اور حضور کی تعمیل خدا کے احکام کی تعمیل قرار پائے گی۔

اور بادشاہ اسلام بغیر ائمہ مجتہدین ایک حکم بھی نافذ نہیں کر سکتا۔ تو اولی الامر
حقیقت میں مجتہدین ہوئے جسکی مؤید آیت کریمہ فَاَسْأَلُوا أَهْلَ الدِّينِ أَنْ يُنْكِنُوا
لَا تَعْلَمُونَ ہے۔ یعنی جوچہ لو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے ہو۔

اگرچہ رسول اس آیت کا یہود و نصاریٰ کے لئے ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ ہے
کہ ہر شے کا مورد خاص اور حکم عام ہوتا ہے۔

اس بنا پر اگر ذکر سے مسائل جزئیہ اور اہل ذکر سے اسکے جاننے والے مراد ہیں تو یہ
بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں فَاَسْأَلُوا کے وہی مخاطب ہونگے جو مسائل جزئیہ میں

لَا تَعْلَمُونَ کے مصداق ہیں۔ اس صورت میں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہاں اہل نکر سے مراد ائمہ مجتہدین ہیں۔ کیونکہ اسکا الف لام نہ تو معہود و نہی ہے نہ خارجی نہ الف لام جنس۔ بلکہ استفادتی ہے۔

القام عہدی تو دسلئے نہیں کہ اسکی دلالت ایک فرد معین یا غیر معین پر ہو اگرتی ہے۔ اور عہدی مان لینے میں یہ خطاب ایک مسئلہ سے ماننا پڑے گا۔ اور یہ طواف مقصود نص ہے۔ کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ جو مسئلہ مشکوٰۃ معلوم ہو وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔ تو ثابت ہوا کہ الف لام عہدی نہیں۔

القام جنسی اسلئے نہیں کہ اسکی دلالت حقیقت کلیہ پر ہو اگرتی ہے اور یہاں جو خطاب ہے اسکو تعلق افراد یعنی مسائل جزئیہ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں الف لام جنسی نہیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ اسکا مدخل قلیل اور کثیر پر صادق آتا ہے۔ اس صورت میں خواہ کوئی ایک ہی مسئلہ کا جائے والا ہو وہی اسکا مشول عند بن سکتا ہے اس بنا پر یہ الف لام جنسی ہے۔

تو جواب اسکیاں ہو سکتا ہے کہ اصل معرف باللام کی طرف معنا ہے وہ الف جنسی کو مانع ہے۔ کیونکہ الف لام جنسی کا مدخل قطع نظر عموم اور خصوص کے نفس مابین اور حقیقت کلیہ ہوا کرتا ہے۔ جیسے وَجَدْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ یعنی ہم نے ہر شے جاندار کو پانی کی جنس سے پیدا کیا۔ اسی طرح الرَّجُلُ خَيْرٌ مِنَ الْمَرْأَةِ یعنی جنس رجل جنس انسا سے بہتر ہے۔ جب الف لام جنسی کا مدخل قطع نظر عموم اور خصوص کے نفس مائتہ اور حقیقت کلیہ ہوا کرتا ہے۔

تو قَدْ سَمِعُوا أَهْلَ الذِّكْرِ کہ یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص ذکر کی حقیقت اور مائتہ کا اہل ہو اس سے پوچھ لو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی بشر حقیقت اور مابیت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔ اب کوئی چاہے کہ حیوان ناطق کا اہل بن جائے یہ ممکن نہیں البتہ حیوان

ناطلق کے تحت میں جو ذہن و کلام کے افراد ہیں انکا قائل ہو سکتا ہے۔ اسے طرح
 ذکر کی جو حقیقت اور ماہیت ہے اسکا کوئی اہل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ذکر کے تحت میں
 جو اسکے افراد یعنی مسائل جزئیہ ہیں انکا قائل بہ اہل ہو سکتا ہے۔ سو وہ الف لام
 جنسی کے مدخل کے مدلول نہیں بلکہ اسکے مساویق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ
 اہل الذکر میں جو الف لام ہے وہ جنسی نہیں بلکہ استغراقی ہے جو اپنے مدخل
 کے تمام افراد کو حاوی ہوا کرتا ہے۔

الغرض

اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ اس آیت شریف میں اہل ذکر سے ہی ائمہ
 مجتہدین مراد ہیں۔ جو جامع جمیع مسائل جزئیہ ہیں۔
 قطع نظر اس کے اب یہ دیکھنا ہے کہ تقلید یا رد نفس تقلید کے ثبوت کے
 بعد ائمہ اربعہ کی تقلید کب رائج اور غیر مقلدیت کب سے متولد ہوئی۔
 خیر الفوائد قرنی نقول الذین یلوھم نقول الذین یلوھم بہتر مدی
 میری ہے پھر وہ جو اسکے متصل ہو پھر وہ جو اس سے ملحق ہو۔ قرآن سید اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ عمل بالحدیث جب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب حدیث
 پر عمل ہو۔

تو اس حدیث شریف کے اعتبار سے فرقہ ناجی کون۔ وہی جو حضو کے
 بعد دو صدی والوں کے مذہب کی پیروی کرے۔ اور ناری وہ جو سو دو سو برس سے
 یا سو پچاس پچیس سال سے اپنا مذہب اختراع کرے۔ جب یہ امر مسلم ہے۔
 تو سنی آپ کے ہائی مذہب کے مرجع و مقتدی اور رب نسب و علم و
 اقتدا شاہ علی السہ قدس سرہ العزیز دہلوی رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں
 بعد الماتین ظہر قیہم التمدھب للمجتہدین باعیا خسر و قیل من
 کان لا یجتہد علی مذہب مجتہد بعینہ یعنی حضو کے دو سو برس بعد
 مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا۔ کہ کوئی را جو ایک امام معین کے

مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

امام مرتدا نام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں۔
مخالفتہ المقلد متفق علی کہ نہ منکرنا بین المحصلین۔ تمام مفتی فاضلوں کا
اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کو تا شیخ و واجب الاحکام ہے
غالبہ اسکے بہت سے دلائل ہیں جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں اس مختصر
میں اسی پر اکتفا کیا گیا۔

نواب تقلید خفیہ ثابت گیارہ سو برس سے اور مذہب و نابیت غیر تقلید
محمد بن عبد الوہاب نجدی سے منقطع ہوا۔

سلسلہ میں جبکہ انتظام سلطنت روم میں رہی واقع ہوتی تو یہ نجد سے
نکلنا جس کی پیش گوئی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم پہلے فرما چکے تھے۔ حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اللہم بارک لنا فی شامنا۔ اللہم بارک لنا فی یمنا۔ قالوا یا
رسول اللہ وفی نجدنا۔ قال اللہم بارک لنا فی شامنا۔ اللہم بارک
لنا فی یمنا۔ قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا۔ فاظنہ قال فی الثالثۃ
هناک الزلازل والفتن وبعاسی طلع قرن الشیطان۔ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے دعا فرمائی الہی ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں۔ الہی ہمارے
لئے برکت دے ہمارے یمین میں۔ عمن کی صحابہ نے یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں
حضور نے پھر وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عمن کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے نجد میں۔
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے گمان میں تیسری دفعہ یہ حضور نے
نجد کی نسبت فرمایا وہاں زلزلے اور فتن ہیں اور وہیں سے نکلے گی سنگت
شیطان کی۔

چنانچہ اس نے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیا اور ایک نیا عقیدہ بنایا
اور حرمین شریفین پر حملہ کیا اور اہل سنت و جماعت کے قتل کو مباح رکھا حتیٰ کہ

ایک مدت تک حرمین میں اور بعض عواقب مثل کربلا و حجة اسکا تسلط و اثر و تشکر اسلام نے فتح پائی اور اسکا ہستی و
کونستی ۲۳۳۱ھ میں ہوا اس زمانہ میں پہلی کتاب التوحید جس میں وہ تمام عقائد کا سدہ فاسدہ فرمے ہوئے تھے
گناہ کی ہو گئی۔ لیکن جلد وستان میں اس کے چیلہ بودی اسماعیل نے اس کتاب کی تخریج یا اس کے موافق ایک کتاب
اردو میں لکھی اور اسکا نام تقویۃ الایمان رکھا جو سراپا تقویۃ الایمان ہے جسکی مختصر فہرست آخر میں لکھائی
جائیگی۔ نیز منصف و لو اس سے یہ تھا کہ ۳۳۳۵ھ نہ لیجئے اس سے لے لیجئے تو بھی اس مذہب کو مختصر ۳۳۳۵
۳۳۳۵ سال ہونے ہیں۔ اور قریب تقلیدی کوراچ ہوئے گیارہ سو کچھ اور سال گذرے ہیں اس
قطع نظر لیجئے۔ اور حدیث پر ہی عمل لیجئے۔ عذلیۃ الایمان رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں موجود ہے
کات الناس یستلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر و کنت اسأله مخافة ان یدرکنی
فقلت یا رسول اللہ انک لنافی جاہلیۃ و شر فاجابہ نا اللہ بعد الخیر فہل بعد ہذا الخیر
من شر قال نعم قلت و ہل بعد ذلک التمر من خیر قال نعم و قید دخن قلت و ما دخنہ
قال قوم یستنون اقال ہوں من جلد نفا و ینکلمون بالسنن قلت یا رسول اللہ فمات ما من
ان ادرکنی ذلک قال صلی اللہ علیہ وسلم تلزم جماعة المسلمین و اما تمہو قلت وان لکن
جماعة و لا امام قال فاعترزل ذلک الفرق کلہا۔ لی اخر الحدیث۔ حدیث مذکورہ
بالا سے خود تقلید شخصی کا ثبوت ہوتا ہے اور وہ بھی بطور وجوب۔ حضور نے حدیث بن الایمان
رضی اللہ عنہ سے فرمایا تلزم جماعة المسلمین و امامہم یعنی اسے منصف جب یہاں وقت ہو کہ
لوگ جہنم کی طرف جاتے ہوں تو تو اس وقت مسلمانوں کی جماعت کو اور جو انکا امام ہو اس کو
لازم کیڑو۔ یعنی بیباک کہے وہ کہیں۔ تلزم یعنی بھینچا کرتا ہے بقرینہ خانا مری جو اس کے
سوال میں وارد ہے۔ اور یہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ امام جماعت کی طرف منصف ہے
جسکی اضافت معروف بالامام کی طرف ہے اور چونکہ جو معروف بالامام کی طرف منصف ہو وہ
معرف ہوتا ہے تو اب امام کا بیضہ مفرد نہ ہونا بھی۔ رہا تو امام مخصوص اور ذات معین کی
پیر وی حکم رسالت پتا ہی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئے اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے
اسے ہی جانے دو۔ دوسری حدیث اور ہے۔ حضور نے فرمایا بڑی جماعت کو لازم کیڑو جو
اس سے جدا ہوا جہنم میں بھیجے گا گیا۔ علیکم بالسواد الاعظم (مشکوۃ المصابیح)۔
اسے بھی رہنے دو۔ و لا لا اذنا اللہ علیکم و رحمۃہ لا اذنا الشیطان الا قلیلاً۔ اسے
مرحومہ محمدی علی ما جہا الصلوۃ والسلام اگر تیر اللہ کا فضل و رحمت نہ ہوتا تو تم سب پیر و شیطان
ہو جاتے مگر حضور نے۔ تو پیر وی شیطان سے سب کا محفوظ رہنا حضور نے کا پیر و شیطان
سونا قرآن کریم سے ثابت۔ و بئذ الحمد۔ واللہ یبدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ مختصر جمل بحث
پر اتنا اسوجہ میں ہے کہ اس عمار میں اگر مفصل بحث کیجاوے تو تمام رسالہ بحث تقلید سے
پر ہو جائے اور مضمون سارا نہ سمائے۔ لیکن منصف بواج کو یہ کیا کہہ کم ہے۔

جواب علی صلوۃ غوثیہ

اول تو اسکی تعلیم خود سید الکوین غوث الثقلین فیث الملویں میدان شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ

میں تو اسکی تعلیم خود سید الکوین غوث الثقلین فیث الملویں میدان شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ

جمہ کے فرض ہوئی نہیں کیا میں ہندوستان میں جمہ فرض کیا نہیں

الجواب وهو الموفق للصواب

جمہ فرض ہوئی نہیں حسب قول ہیں۔ ۱۔ شہر میں مقیم ہونا۔ ۲۔ صحت۔ یعنی مریض پر جمہ فرض نہیں جو مسجد تک گئے سے قاصر ہو۔ ۳۔ آزاد ہونا غلام پر فرض نہیں۔ ۴۔ مرد ہونا۔ ۵۔ بالغ ہونا۔ ۶۔ عاقل ہونا۔ ۷۔ اکھبرا ہونا۔ ۸۔ پہلے پر قادر ہونا۔ ایسا جو جمہ فرض نہیں۔

یہ شرط وہ بلا انکار جمہ پر پڑتی ہے واللہ میں پائی جاتی ہیں لہذا جمہ بالاتفاق فرض ہوا۔ اور جو پڑنے کے لئے جمہ شرط میں کر انہیں سے ایک شرط بھی موقوف ہو تو جمہ ہوگا ہی نہیں۔ چار شرطیں تو بالاتفاق ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ وقت۔ ۲۔ خطبہ۔ ۳۔ جامعیت۔ ۴۔ اذن قادم اور شرطوں یعنی تعزیرات اور سلطان میں بڑا اختلاف ہے۔ اور تمام کتب فقہ میں کثرت افعال متقول ہیں لیکن شہر کی صحیح اور مستحکم بنا اور معمول پر تعزیرات ہمارے امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ جگہ جس میں شہر کو پے اور بازار ہوں اور دو ضلع یا پرگنہ ہو کر اسکے متعلق دیہات گئے جگہ ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کر اپنے دہ پر وسطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کا کافی ہو کر چار انصافی کرتا ہو اور بدلہ دلیتا ہو اور دھرم کے آس پاس کی جگہ جو مہر کی مصلحت کے لئے ہوتے قنارہ سے کہتے ہیں۔ جیسے قریستان۔ گھوڑ دوڑ کا میدان۔ قریح کے رہنے کی جگہ پکڑیاں۔ ایٹیشن کیہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو قنارہ سے انکا شمار ہے اور وہاں جمہ جائز ہے۔ چنانچہ فقہیہ شرح منہج میں ہے۔ صرح فی التحفة عن المحیفة رحمہ اللہ انہ بلاد کبیرۃ فیہا سکک و سواقا و دساتیق و فیہا مال یعتقد و علی انصاف المظلوم من الظالم غشمتہ و علیما و علی غیرہ یروج الناس الیہ فیما یفیم من الخوات و ہذا هو الاعہ۔ یہی عبارت الہی تفسیر کے ساتھ مدال میں ہے۔

ہندو شہر کی تعزیرات مذکورۃ الصدور ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں تفصیل اور پرگنوں پر صادق آتی ہے۔ اب ایک شرط سلطان کی باقی رہ جاتی ہے اسکے متعلق محققین علماء یہ فرماتے ہیں کہ سلطان اسلام کی شرط ولایت کے لئے ہے نہ کہ کثرت کے لئے کہ اگر سلطان اسلام نہ ہو تو جمہ ہی فرض نہ ہو بلکہ اسکا ہونا ولی و افضل ہے حتیٰ کہ اگر حاکم غیر مسلم بھی ہو تو اور جمہ اسکی موجودگی میں صحیح ہے۔

جامع الرموز میں جلانی سے نقل کرتے ہیں المراد بالسلطان الوالی الذی ایس فوقہ وال عادلا کا اوجاثر والاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط و ہذا اذا المکن استیفاء اندوالا فالسلطان لیس بشرط فاجتمعوا علی رجل فصلوا جائز کما فی الجلالی وغیرہ یعنی سلطان سے مراد بڑا حاکم ہے کہ باقی حکام سے زیادہ مستحق ہوں خواہ وہ عادل ہوں یا ظالم اور اطلاق عبارت مشعر ہے کہ سلطان کا مسلم ہونا جمہ کی کثرت کے لئے شرط نہیں۔ یہی اس صورت میں ہے جبکہ اس سے اذن طلب کرنا ممکن ہو و نیز جمہ کے لئے سلطان شرط نہیں بلکہ اگر مسلمان متفق ہو کر ایک شخص کو امام بنا کر جمہ پڑھیں گے تو جائز ہوگا۔ اسی میں ہے کل مصرفیہ وال من جہتہ کا شرط فیہ اقامۃ الحجۃ والعباد کما فی الخزانۃ یعنی جس سلامی شہر میں کافر کا مقرر کردہ حاکم موجود ہو وہاں جمہ پڑھنا اور عیدین قائم کرنا جائز ہے۔

اور بدائع میں ہے کہ جب امام بوجہ فتنہ یا موت یا کسی اور وجہ سے موجود نہ ہو تو اگر مسلمان
 جس کو امام مقرر ہو جائے وہ تمام مقام سلطان یا مقرر کردہ سلطان کے ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں
 جمعی کے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ کہ جب سیدنا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تھے
 اور بلویشوں نے انکو قید کر دیا تھا تو مسلمانوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نماز جمعہ کے
 امام مقرر کر کے جمعی نماز پڑھی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ اس فتنہ کے موقع پر نہ امیر المؤمنین سے اجازت
 حاصل کر سکی کیونکہ موت تھی اور نہ حضرت علی اس وقت خلیفہ اور امام مقرر کئے گئے تھے چنانچہ
 فرماتے ہیں اذ المرین اما ما یسبب الفتنة والموت ولم یحضر والی آخرین حتی حضرت
 الجعفی ذکر الذی انما یأس ان یجم الناس علی رجل حتی یصلی بجمہ الجعفی حکذا روی
 عن محمد ذکر فی العیون لساوی عن عثمان رضی اللہ عنہ لما حوضر قدیم الناس
 علیا رضی اللہ عنہ فجلس بجمہ الجعفی۔ علامہ بحر العلوم رسائل الارکان میں یہی واقعہ ان
 نقول میں نقل فرماتے ہیں ثم الصحابة اقاموا الجعفی فی زمان امیر المؤمنین عثمان وکان
 صوامعاً محصوراً ولم یعلم انه طلبوا منه الاذن بل الظاهر عدم الاذن لان هؤلاء
 الاستغیاء من اهل الشریعہ یخضعون فی ذلک فاعلم ان اقامة الجعفی غیر مشروطة عندهم
 بالاذن ولعل لهذا الواقعة وجه المشائخ عن هذا الشرط فیما تعدد و فی الاستیذان ان
 من الامام وافتویانه ان تعدد الاستیذان من الامام فاجتہ الناس علی حل یصلی
 بجمہ الجعفی جائز کذا فی العالمگیریہ فاذا علم ان التقدیم الیہ علامہ عبارت بالا کافیہ ہے
 کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو امام مقرر تھے انکے محصور ہونے کے وقت جمعی نماز کیلئے
 صحابہ کرام نے حضرت علی کو امام بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عند تعدد بل اذن امام اگر مسلمان
 کسی شخص کو امام مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کریں تو جائز ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ
 سلطان کا ہونا صحت جہ کے لئے شرط لازم نہیں ہے۔ بلکہ ولی و افضل ہے و نہ صحابہ
 کرام بل اذن امام محض اپنی اجازت و اتفاق سے حضرت علی کے بیچے جو نہ پڑھتے اور
 ظاہر یہی ہے کہ ان خیر النفس بلویشوں نے امیر المؤمنین سے اجازت حاصل کرنے کی
 رخصت نہیں دی اور یہی سلطان عبدالحی صاحب کتبوی قرطبی علی عمدة الرعاہ جاشیہ شرح قاتلہ
 میں ارقام فرماتے ہیں ان استدل اهلہ (السلطان) انما هو علی سبیل الاولیۃ حیث لا
 تعدد الجعفی و حیث تعددت فلا حاجۃ الی ذلک وقد کانت اقامة شعاشر
 الاسلام کا جمعیۃ و الحیدیت فی زمان السلف مقبوضۃ الی السلطان ومن یؤتی
 اور ایسا ہی حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ
 فتح المشان فی تائید مذہب الشعمان میں ارقام فرماتے ہیں کہ شرط سلطان صحت جہ کے لئے
 نہیں ہے بلکہ قطع تنازعہ کے لئے ہے کہ جہ و عیدین جم غفیر و جم غفیر کے ساتھ ادا کی جاتی ہے
 اور وہاں خوف فتنہ ہوتا ہے کہ سیادہ لوگوں میں تقدیر و کلام میں ٹھکراؤ ہو کہ ایک کبے میں امام
 بنوں دوسرے کبے میں آگے پڑھوں لہذا اگر حاکم ہو گا تو کوئی مشورہ شرع کرے گا۔ پس شرط سلطان

محض مصلحت مذکورہ کے لئے ہے۔ نہ اسلئے کہ سلطان نہ ہو تو جمعہ ہی ادا نہ ہو چنانچہ صاحب ہدایہ
کی عبارت کا حاصل ذکر کر کے فرماتے ہیں قولہ لا تجوز اقامتها الا لسلطان او لمن امره
السلطان لا عفا تقام لجمع عظیم و قد تقع المنازعة في التقدم والنقد يروى قد
تقع في غيره فلا بد منه تيمنا لامر هاراشي هذا فقیر الہدایہ وظاہرہ فیہ فی الاولیۃ
والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز المصلوۃ بدو نہ شرعا۔ انتہی المختصا۔
اور یہی علامہ ملک العلماء بجا العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ رسائل الارکان میں تحریر
فرماتے ہیں لہذا اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان وما فی الہدایۃ رای لا یتبع
به الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الحجۃ ثم هذه المنازعة تندفع باجماع
المسلمین علی تقدیم واحد او کما فی جماعۃ الصلوات علی ان تقع المنازعة فی تقدیم
رجل لکن تندفع باجماع المصلین فکذا فی الحجۃ۔ خلاصہ ترجمہ عبارت بالا کا یہ ہے کہ
ایسی کوئی دلیل نہیں جو سلطان کی شرط کو مفید ہو۔ اور صاحب ہدایہ نے جو فرمایا ہے
وہ انکی رائے سے وہ دلیل اشتراط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وجوب جمعہ کی نصوص مطلق ہیں پھر
یہ منازعہ جسکی رفع کے لئے سلطان کی حاجت ہوتی ہے مسلمانوں کے اتفاق سے جب آیا نام
مقرر کر لیا گیا تو رفع ہو جاتا ہے۔ جیسے پچھانہ نمازوں میں ایک امام پر سب نمازی متفق ہو جائے ہیں
اور کوئی جگہ انہیں ہوتا۔ اس طرح جمعہ وغیرہ میں جب ایک شخص کو امام مقرر کر دیا گیا
تو پھر تقدیم و تقدیم کا جھگڑا مٹ جاتا ہے لہذا امر سلطان کی شرط صحت جمعہ کے لئے نہیں ہے
بلکہ رفع منازعت باہمی کے لئے ہے۔ اور یہی خاتم المحققین امام المدققین امام الہست
نجد و دین و ملت حامی سنت ماحی بدعت اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خالص صاحب
رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ افریقیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔ اسلامی بستی وہ ہے جسکی
عام آبادی فی الحال مسلمان آزاد یا زیر سلطنت اسلامی ہے یا پہلے ان دو حالتوں سے ایک
پر تھی اب غلبہ کفار ہوا مگر اسکے چاروں طرف اسلامی غلبہ ہے۔ یا یہ بھی نہیں توجب سائبک
بعض شعائر اسلام بلا مزاحمت جاری ہیں اگرچہ بادشاہ و حکام سب نامسلم ہوں۔ یہ
اس نفیس تفصیل کا خلاصہ ہے جو پہنے اپنے فتاویٰ رضویہ میں ذکر کی کہ مقامات چوبیس
قسم ہیں۔ ان میں سے سولہ قسمیں اسلامی ہیں اور آٹھ غیر اسلامی۔ بالکل اسلامی بستی اگر پر گنہ ہو
اور اس میں کوئی ذی اختیار حاکم مسلم خواہ غیر مسلم ہو وہیں جمعہ وغیرہ فرض و واجب
اور وہیں انکی ادا صحیح و جائز و رزہ نہیں ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرہایہ
حاشیہ بشرح وقایہ میں سلطان کی شرط رکنیت باطل کر کے ارقام فرماتے ہیں لعلک تنقظ
من هذه العبارات ونحوها انه لا شك فی وجوب الحجۃ وصحة اداها فی بلاد الهند
التي غلبت علیہا النصراری وجعلوا علیہا ولایۃ کفار او ذالك بالفاق المسلمین
وبتذا ضیہم ومن افتی بسقوط الحجۃ لفقد شرط السلطان فقد ضل و ضل
یعنی ان عبارتوں سے تم کو یقین ہو گیا ہوگا کہ وجوب جمعہ اور صحت الحجۃ ہندوستان میں بالکل

شک نہیں جہاں نصاریٰ غالب آگئے اور کافروں کو حاکم بنایا ہے پھر فرماتے ہیں۔ جس شخص
 شرط سلطان کے مفقود ہونے کی وجہ سے سقوط جمعہ کا فتویٰ دیا وہ بے راہ ہوا اور دور
 بے راہ کیا۔ لہذا باتفاق محققین قدیم و جدید جو فرض ہے اور ہندوستان دارالاسلام ہے
 اور شرائط جمعہ اکثر باتفاق پائی جاتی ہیں فقط سلطان کی شرط نے بعض علماء کو مغالطہ میں ڈالا
 اور اسی شرط کے نہ پائے جانے کی بنا پر وہ جمعہ کی صحت کے منکر ہوئے لیکن اگر وہ ان تصریحات
 مذکورہ بالا کو ملاحظہ فرمائے تو یقیناً جمعہ کی صحت کا اقرار کرتے مگر ناظرین کرام کو زمانہ حال کے
 منکرین جمعہ سے چند سوالات کا شرافی و کافی جواب طلب کرنا چاہیے۔ وہ یہ ہیں :-
 ۱۔ جب تمہارے نزدیک ہندوستان یقیناً دارالحرب ہے تو بلا جبر و اکراہ یہاں کیوں بیٹے ہو۔ اور یہ
 کابل وغیرہ خالص اسلامی سلطنتوں کو چھوڑ کر دارالحرب ہندوستان میں کیوں جاگزیں ہو ہجرت کیوں نہیں
 کیا۔ جبکہ ہندوستان دارالحرب ہے تو یہاں کے مسلمان اور عام باشندے حرّی ہیں یا نہیں۔ اور دارالحرب میں
 اسلامی ملک کو چھوڑ کر طلب زر و نعمت نہ کیئے آنا اور یہاں بود و باش اختیار کرنا کب سے نیز یہاں کے
 باشندوں کے لئے کیا حکم ہے انکو ہجرت کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت۔ پھر اگر فرض ہے تو
 اسکا تارک مستوجب عقاب و عذاب ہے یا نہیں۔ تینوں تقدیروں پر اسکا مفصل جواب طلب کیا جاوے۔
 ۲۔ جو فضائل جمعہ اھاویث عظیمہ میں وارد ہوئے ہیں اور جو احکام مظلومہ و نماز جمعہ کے متعلق کتب فقہ میں مسطور
 ہیں ان پر غلہ راد ہندوستان میں بھی کیا جائے یا نہیں۔ اور جو عید شریعہ ترک جمعہ پر اھاویث میں وارد
 ہیں جمعہ نہ پڑھنے والا اسکا مستحق ہے یا نہیں۔ ۳۔ ظہر کی نماز یا جماعت ادا کرنا سنت مودکہ ہے۔
 کہ اسکے ترک کی عادت کرنا گناہ ہے۔ پھر ظہر کی جماعت جو یقینی سنت مودکہ بلکہ واجبہ اسکو ترک
 کیا جائے اور جو نفل محض ہے اسکو اہتمام و تداویع اور جماعت کشمیر کے ساتھ مع خطبہ کے قرات
 بالجہر کے ساتھ پڑھنے کا کیا ثبوت ہے اور جو لوگ فقط جمعہ کو فرض سمجھ کر اسی پر اتکاف کرتے ہیں اور
 بعد میں صلیا نہیں پڑھتے انکی نماز کے ترک کا وبال کیسے۔ کیونکہ اکثر اشخاص فقط جمعہ پڑھ کر چلے جاتے
 ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ امام نے فرض کی نیت سے پڑھا ہے ہمارا فرض بھی ادا ہو گیا۔ کیونکہ نفل
 پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا نہیں ہوتے تو اس صورت میں کیوں نہ جمعہ کو موقوف کیا جاوے
 اور ظہر کی جماعت کیوں نہ ادا کیجاوے۔ ۴۔ اگر شریعت اسلامی اور سطوت و طاقت کا اظہار
 ہی مقصود ہو تو وہ جمعہ کے دن ظہر پڑھنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے لہذا ان تمام سوالات
 کا جواب مفصل و مدلل بحوالہ کتاب طلب کیا جائے۔ ورنہ محض اپنی تحقیق پر اڑا رہنا اور خلق خدا کو
 قسم قسم کے دھوکے دینے سے کیا فائدہ۔ ۵۔ تیر حقہ کا یا نی پاک ہے یا نا پاک اگر اسکے چھیننے کے لئے یا بدن
 یا برتن پر پڑ جائیں تو کپڑا اور بدن و برتن پاک کیا یا نا پاک۔ نیز یہ یا نی دو استعمال کرنا نا اختلاف
 جائز ہے یا نہیں۔ نیز جس پانی میں گندہ بک یا تنہک یا مٹی کے تیل کی بو آتی ہو یا بھسن و پیاز کی
 بو آتی ہو ایسے پانی کے استعمال سے وضو غسل عند الضرورت ہو جاتا ہے یا نہیں جبکہ ورنہ پانی میسر
 نہ آئے یا اسکو تھیم کرنا چاہیے۔ اسکا جواب بحوالہ کتاب طلب کیا جاوے۔ ۶۔ ابوالبکریہ سیلہ جمعہ

ذلک کذا لک۔ ابو محمد محمد دیدار علی عفی عنہ امیر مجنہ مرکزی حزب الاحناف ہند۔ اصابت من اجاب ابوالمحنات سیلہ جمعہ

الحج محمد بن عبد الرحمن حافظ محبوب علی کهنوی - صحیح الجواب - فقیر محمد رمضان بنو چستانی - ذی اللہ کذلک
 دانی مصدق لذلک - فقیر محمد ری فضل حسین شاہ گجراتی - اصحاب من اجاب عبد المنان مدرس العلوم حنفی
 الجواب صحیح والحبیب نجم محمد نور علی مدرس عربی حزب المصنف - الجواب صحیح المقصود بل سید الرسل محمد نازہ کل کا بی
 هذا هو الحق محمد عبد القیوم ہزاروی + جواب صحیح ہے - عبد الحق ہزاروی + وما بعد الحق الا الفصل علامہ قادری
 صحیح الجواب محمد عبد الاحد گجراتی - محمد مسعود احمد خان دہلوی علامہ دین گجراتی - محمد یعقوب سندھی محمد یعقوب شاہ
 حررہ ابو البرکات سید احمد ناظم مرزئی حسن حزب المصنف ہند لاہور

تفت

سوال - ہندوستان دارالحرب یا دارالاسلام؟ جواب مفصل بدلائل عقلیہ نقلیہ بدل درکار ہے
 الجواب - ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علماء ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجماع کے ساتھ
 ہندوستان دارالاسلام ہے بلکہ دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہو جائیں جو تین باتیں ہمارے امام
 اعظم امام الاثر رضی اللہ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری
 ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر قطعاً جاری نہ ہوتے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اس قدر
 کافی ہے مگر یہ بات بھلا اللہ تعالیٰ بیان قطعاً موجود نہیں بلکہ اسلام محمد و عیدین و اذان و اقامت و نماز و
 جماعت و حج و زکوٰۃ وغیرہ اشعار شریعت بغیر مزاحمت و مخالفت اعلیٰ الاعلان ادا کرتے ہیں نہ ان کے
 ضائع طلاق عدۃ رجعت نہ جلع نفقات حضانت نسب ہمہ وقت وصیت شفعہ وغیرہ تمام احکام
 ہمارے شریعت خاکی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل حکم کرنا
 حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ منہ و جیس و نصاریٰ ہوں اور کچھ اندر یہ بھی شوکت و سطوت و جرات
 شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ علی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم تباہ پر مجبور فرماتی ہے
 و الحمد للہ رب العالمین - فتاویٰ عالمگیری میں سراج وراج سے نقل کیا اعلیٰ ان دارالحرب تصدیق دارالاسلام
 بشرط واحد و هو اظہار حکم الاسلام فیہا یعنی دارالحرب صرف ایک شرط کے پائے جانے سے دار
 الاسلام ہو جاتا ہے اور وہ حکم اسلام کا ظاہر ہونا ہے پھر سراج وراج میں صاحب المذہب سیدنا
 و مولانا محمد بن الحسن قدس سرہ کی زیادات سے کہ وہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے نقل کیا ائمہ تصدیق دار
 الاسلام دارالحرب عند بیحیثیۃ رحمہ اللہ بشرائط ثلاث احدها اجراء احکام الکفار علی
 سبیل الاستعمار وان لا یحکم فیہا بحکم الاسلام - یعنی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تین شرطوں
 دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے اول حکام کفار کا علی الاعلان مشہر ہونا دوم اصلاحی حکام
 و شعائر کا مطلقاً اجراء نہ ہونا اور ہندوستان میں کچھ اللہ تعالیٰ ایک شعار نہیں بلکہ کثرت احکام
 اشعار اسلام بلا مزاحمت جاری ہیں لہذا جس جگہ کلیتہً احکام کفری جاری ہوں اور اشعار اسلام و احکام
 شریعت مطلقاً جاری نہ ہوں وہ دارالحرب اور جہاں بعض احکام کفر و شرک و بعض احکام اسلام بلا مزاحمت
 جاری ہوں وہ ہرگز دارالحرب نہیں یہی مراد و مفاد ہے درغیر و تنویر الابصار و درمختار و مجمع
 الانہر وغیرہ کا چنانچہ فصل ایتیمان الکافر میں صاحب بدائع صنائع فرماتے ہیں و ظاہر انہ لو اجريت
 احکام المسلمین و احکام اهل الشر لا تكون دار حرب ا - وفي الحلیۃ الطحاویۃ علی الدین

